45965
327

جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) حضرت والا میرا ایک دوست ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ جو ہم روزہ کی نیت کرتے وقت کہتے ہیں کہ بصوم غد نویت لفرض رمضان یہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں، للذا یہ بدعت ہے کیا واقعی یہ بدعت ہے؟

(۲) کیا یہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت ہیں؟

(۳) نیز اسکا یہ بھی کہنا ہے اس عبارت میں " غدا" کا لفظ ہے جسکے معنی ہیں کل اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں کل کا روزہ رکھتا ہوں، حالانکہ روزہ تو میں آج کا رکھ رہا ہوں، للذا اس اعتبار سے بھی یہ غلط ہے۔

(۴) چوتھا سوال یہ دریافت طلب ہے کہ کیا درج ذیل حدیث، کتابوں میں موجود ہے« إذَا سَمِعَ أحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالإنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلاَ يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ ».؟

(۵) کیا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر رمضان شریف میں سحری کھاتے وقت فجر کی اذان شروع ہو جائے تو بھی کھانا پینا نہ چھوڑے اور اپنی ضرورت پوری کرلے؛ کیونکہ اس دوست کا کہنا یہ ہے کہ سحری کھاتے وقت اذان ہو جائے تو فوراً کھانا پینا چھوڑ دینا ضروری نہیں ہے؟

بندہ نیاز علی سولنگی

موبائل: ۰۳۰۰۲۳۸۶۵۳۵

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۳/۱۷۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون ملہم الصواب

(۱) اصل سوال کے جواب سے پہلے بطورِ تمہید یہ عرض ہے کہ نیت درحقیقت دل کے ارادہ کا نام ہے، اس لئے کسی عبادت کی نیت درست ہونے کے لئے صرف دل میں اسکی ادائیگی کا عزم اور ارادہ کرلینا اور اپنے قلب میں اسکا استحضار کرلینا کافی ہے، زبان سے نیت کے الفاظ کا تلفظ کرنا یا حدیث سے اسکا ثابت ہونا شرعاً ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہاکرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جب آدمی روزہ رکھنے کی غرض سے سحری کرتا ہے تو وہ بھی روزہ کی نیت کے لئے کافی ہے۔ البتہ یہاں یہ بات واضح رہے کہ اگر کوئی شخص نیت کے الفاظ کے تلفظ کو ضروری سمجھے بغیر اپنے استحضارِ قلب کو پختہ کرنے کی غرض سے دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی الفاظ کا تلفظ کرلے تو شرعاً اس میں مضائقہ نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے بہتر ہے کہ دل کی نیت کو زبان سے بھی ظاہر کردیا۔ لہٰذا اسکو بدعت کہنا درست نہیں۔

(۲) جس طرح نماز روزہ وغیرہ عبادات کی نیت درست ہونے کے لئے صرف دل کا ارادہ کافی ہے، نیت کے لئے الفاظ ضروری نہیں، اسی طرح اپنے استحضارِ قلب کو پختہ کرنے کی غرض سے دل کی نیت کے ساتھ زبان سے الفاظ تلفظ کرنے کے لئے قرآن یا حدیث سے ثابت اور نیت کے لئے حدیث کے الفاظ ہونا شرعاً ضروری نہیں ہے، بلکہ ہر شخص اپنی مادری زبان سے یا جس زبان سے اسکے لئے آسان ہو اس زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرسکتا ہے۔ چنانچہ روزہ کی نیت کے لئے بصوم غد نویت لفرض رمضان یا بصوم غد نویت من شهر رمضان وغیرہ جملہ جو بعض حضرات نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے یہ حدیث سے ثابت نہیں اور ثابت ہونا ضروری بھی نہیں؛ کیونکہ اصل نیت دل سے ہونا کافی ہے۔ اور یہ الفاظ دل کی نیت کو پکا کرنے کے لئے بولے جاتے ہیں، جن میں مضائقہ نہیں اور اس لحاظ سے ان کو بدعت کہنا درست نہیں۔

(۳) روزہ کی نیت میں عام طور پر جو یہ کہا جاتا ہے کہ میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں یا میرا کل کا روزہ ہے وغیرہ تو لفظِ "کل" سے یہاں مراد آنے والی صبح سے شروع ہونے والا دن ہے، یہی مطلب عربی میں لفظِ "غداً" کا بھی ہے۔ یعنی لفظِ "غداً" سے بھی یہاں آنے والی صبح سے شروع ہونے والا دن ہی مراد ہے؛ کیونکہ نیت سحری کے وقت، صبحِ صادق سے پہلے کی جاتی ہے جس میں نیت کرنے والا "بصوم غد نويت من شهر رمضان" کہتا ہے۔ لہٰذا عربی کے مذکور جملہ میں لفظِ "غد" کا استعمال درست ہے۔

فی المصباح المنير في غريب الشرح الكبير - (٢ / ٤٤٣)

و (الغَدُ) اليوم الذي يأتي بعد يومك على أثره ثم توسعوا فيه حتى أطلق على البعيد المترقب وأصله (غَدْوٌ) مثل فلس لكن حذفت اللام وجعلت الدال حرف إعراب

وفی تاج العروس من جواهر القاموس - (٣٩ / ١٤٧)

الغد اليوم الذي بعد يومك على أثره ثم توسعوا فيه حتى أطلق على البعيد المترقب .

وفی الطبراني في معجمه الكبير ج٣/ص١٦٨ ح٣٠٢٠

عن حذيفة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم * أنها ستكون عليكم أمراء يكذبون فمن صدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه ومن لم يصدقهم بكذبهم و لم يعنهم على ظلمهم فهو مني وأنا منه وسيرد علي الحوض غدا إن شاء الله

(۴) سوال میں مذکور حدیث کتبِ حدیث میں موجود ہے، سننِ ابوداؤد شریف کے علاوہ دیگر کئی کتبِ حدیث میں یہ روایت تقریباً انہی الفاظ میں موجود ہے۔ مثلاً دار قطنی، مستدرکِ حاکم، اور سننِ بیہقی وغیرہ کتبِ حدیث میں ہے۔

(۵) مذکور حدیث کا متعین طور پر سوال میں مذکور مطلب بیان کرنا درست نہیں۔ اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

دار الافتاء

70008

سوال میں مذکور الفاظ سننِ ابوداؤد شریف کے ہیں:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رضى الله تعالىٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- « إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلاَ يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِىَ حَاجَتَهُ مِنْهُ ». ﴿سنن أبي داود - ج٢ /ص ٢٧٦﴾

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص اذان سنے اس حال میں کہ برتن اسکے ہاتھ میں ہو تو اسے مت رکھے یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کرلے۔

حدیث کے الفاظ اور ترجمہ کے بعد یہ عرض ہے کہ مذکور حدیث میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اذان سنے اور کھانے پینے کا برتن اسکے ہاتھ میں ہو تو وہ اذان کی وجہ سے اپنے کھانے پینے کو نہ روکے بلکہ اپنے کھانے پینے کی حاجت پوری کرلے۔

اس حدیث میں اس بارے میں کوئی تفصیل مذکور نہیں کہ یہاں کونسی اذان مراد ہے؟ آیا فجر کی اذان مراد ہے؟ یا مغرب کی اذان مراد ہے؟ یا کسی اور نماز کی اذان مراد ہے؟ اور نہ ہی اس حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ حکم روزہ داروں کو دیا جارہا ہے یا نماز پڑھنے والوں کو یعنی اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ نماز کے لئے جانے والوں کو یہ کہا جارہا ہو کہ جب تم کھانے پینے میں مصروف ہو اور اس حالت میں اذان ہو جائے تو پہلے اپنے کھانے پینے کی حاجت پوری کرلو پھر نماز کے لئے جاؤ؛ تاکہ نماز کے دوران بھوک اور پیاس کی وجہ سے تمہارا دل کھانے پینے کی طرف الجھا ہوا نہ ہو، اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ حکم روزہ رکھنے والوں کے لئے ہی ہو لیکن اس میں بھی دو احتمال ہیں:

(الف) ایک یہ کہ یہاں مغرب کی اذان مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ جب روزہ دار افطار کررہا ہو اور اسکے ہاتھ میں کھانے پینے کا برتن موجود ہو اور مغرب کی اذان ہو جائے تو اسے اذان سنتے ہی برتن اپنے ہاتھ سے رکھ لینا ضروری نہیں بلکہ پہلے اپنے کھانے پینے کی حاجت پوری کرلے پھر نماز کے لئے جائے۔ (أو المراد إذا سمع الصائم الأذان للمغرب)۔

(ب) دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ حکم سحری کھانے والوں کے لئے ہو، پھر اس میں بھی کئی احتمالات ہیں۔ مثلاً اس سے سحری کے وقت کی اذان مراد ہو (یعنی اس سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذانِ سحر مراد ہو) واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سحری کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سونے والوں کو جگانے کے لئے اور تہجد پڑھنے والوں کو سحری کھانے کا وقت ہو جانے پر متنبہ کرنے کے لئے اذانِ فجر سے پہلے بوقتِ سحر ایک اذان دیتے تھے، اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذانِ سحر کو سن کر تم کھانا پینا بند نہ کرو، بلکہ صبح صادق داخل ہونے تک چونکہ سحری کھاسکتے ہو لہذا یہ اذان سن کر اپنے ہاتھ سے برتن رکھ دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ صبح صادق تک اپنے کھانے پینے کی ضرورت پوری کرلو جیساکہ مسلم شریف، مؤطا امام مالک وغیرہ کتبِ حدیث میں روایتِ صحیحہ صریحہ کے ساتھ مذکور ہے کہ بلال کی اذان تم میں سے کسی کو اپنی سحری سے نہ روکے؛ کیونکہ وہ یہ اذان سونے والوں کو بیدار کرنے اور قیام اللیل میں مصروف لوگوں کو لوٹنے کے لئے پڑھا کرتے ہیں۔ ﴿ لا يمنعن أحدكم أذان بلال من سحوره فإنه يؤذن أو قال : ينادي ليرجع قائمكم ويوقظ نائمكم .﴾ الموطأ - رواية محمد بن الحسن - (٢ / ١٥٩) ایک اور حدیث میں ہے کہ بلال رات کے وقت اذان پڑھتا ہے لہذا تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ عبد اللہ ابن ام مکتوم اذان پڑھے (قيل المراد بالنداء الأذان الأول أي أذان بلال قبل الفجر لقوله {صلى الله عليه وسلم} إن بلالاً يؤذن بليل فكلوا وأشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم.﴾ یا یہ مطلب ہے کہ اگر سحری کرتے ہوئے اذان کی آواز آجائے اور تمہیں صبحِ صادق داخل ہونے میں شک ہو تو چونکہ رات کا ہونا یقینی ہے اور صبح صادق داخل

دار الافتاء

١٥٤٠٩